كورًاةُ الكهفكي تفسير Lesson 5: Al-Kahf (Ayaat 60-82): Day 20

آیات کاخلاصه۔

پندر هویں پارے کا آخری اور سو گھویں پارے کا پہلا سبق ہے۔ آج کے سبق میں پوری کہانی ہے۔ حضرت موسی علیہ السلام جو صاحب تورات تھے،اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو نبی بنایا اور انبیاء کرام علیہ الصلاۃ والسلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی بیہ سنت ہے کہ ان کو اس طرح سے کچھ چیزیں د کھا دیتا ہے کہ جس کے بعد ان کا علم اعلم یقین ' میں ڈھل جائے۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی کے بالکل ابتد ائی دنوں کا واقعہ ہے۔

حضرت موسى عليه الصلاة والسلام كاواقعه به

کسی نے حضرت موسی علیہ السلام سے پوچھا کہ دنیا میں سب سے بڑاعالم کون ہے۔ موسی علیہ الصلاة والسلام خو دیہ قیاس کرتے ہوئے کہ میں صاحب تورات ہوں، موسی ّاللہ تعالیٰ کانام لینا بھول گئے کہنا یہ چاہیے تھا کہ دنیا میں سب سے بڑاعالم اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ الصلوة والسلام نے اپنانام لیا تواللہ تعالیٰ کویہ بات پسند نہ آئی۔ ہوسکتا ہے کہ اس وقت انسانوں کے اعتبار سے یہ ریکلیٹی بھی ہوتی، لیکن اللہ تعالیٰ کویہ بات پسند نہیں کہ کوئی اپنے بارے میں یہ سوچے کہ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ علم ہے۔ اس موقع پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو بتایا کہ میر اایک اور بندہ ہے ، جو آپ سے بھی زیادہ علم والا ہے۔ موسیٰ علیہ الصلاة والسلام کسی بھی منفی رویے کا شکار نہیں ہوئے، نہ ہی حسد کیا کہ میرے سے زیادہ کون جانے والا ہے۔ بلکہ فوراً یو چھنے گئے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہوئے، نہ ہی حسد کیا کہ میرے سے زیادہ کون جانے والا ہے۔ بلکہ فوراً یو چھنے گئے کہ اللہ تعالیٰ وہ

کہاں ہے تا کہ میں اس سے فائدہ اٹھاؤں اور علم والوں کی یہی شان ہے کہ وہ ساری زندگی 'طالب علم' رہتے ہیں۔علم کاطالب حقیقت میں طالب علم ہو تاہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک خاص جگہ بتائی، وہ وہاں گئے۔ تو آج کے سبق میں یہی ساری کہانی ہے، لیکن اس واقعہ کے پیچھے کہانی ہیہ ہے کہ دنیامیں جو کچھ بھی ہو تاہے اس کے دورُ خ ہیں۔

1 ـ ظاہری رخ ـ

2_باطنی رخ_

جس طرح ایک گھڑی ہے۔ ایک عام بندے کے لئے اتنائی کافی ہے کہ گھڑی کی سکرین اچھی ہواور
اس کی سوئیاں جی ٹائم بتاتی ہوں جبہہ ایک مکینک کے لئے بیہ ضروری ہے کہ اُسے بتاہو کہ اس کے
پر دے کیسے ہیں، بیہ کھلتی کیسے ہے، بیب بند کیسے ہوتی ہے۔ پھر وہ اس کے ہر پر دے کی حقیقت کو دیکھے گا
کہ کیاوہ ٹھیک کام کررہی ہے اور پھر جو اس میں خرائی ہوگی وہ ٹھیک کر کے ہمیں واپس کر دے گا۔
اس پورے واقعے کی کہانی بھی یہی ہے۔ عام زندگی میں جو ہمارے سامنے واقعات ہور ہے ہوتے ہیں بیہ
گھڑی کی ظاہری سوئیوں کی صورت میں ہوتے ہیں، لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانوں کی رہنمائی کے
لئے جولوگ منتف کیے ہیں، ان کو انبیاء کر ام کہتے ہیں۔ انبیاء کر ام کی مثال گھڑی کے مکینک کی طرح
ہے۔ چونکہ انبیاء کر ام نے آگے جاکر لوگوں کی اصلاح کرنی ہوتی ہے، ان کے اندر سے برائیاں نکالنی
ہوتی ہیں تو پھر ضروری ہے کہ ان کو ہر واقعے کی اندر کی اصل بھی پنہ چلے۔ جس طرح میں مکینک کو
ہوتی ہیں تو پھر ضروری ہے کہ ان کو ہر واقعے کی اندر کی اصل بھی پنہ چلے۔ جس طرح میں مکینک کو
اگر گھڑی کے اندر کے پر زوں کا پیتہ نہ ہو تو وہ گھڑی کو صیحے نہیں کر سکتا۔ نبیوں کے بارے میں ہم نے

پیچیے پڑھا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْانِیِیْنَ۔ تو نبوت کے آغاز میں اللہ تعالیٰ انبیاء کر ام کو اس قسم کے حالات وواقعات دکھاتے ہیں، جو ایک قسم کا ان کاٹریننگ سیشن ہوتا ہے۔

جس طرح روایات میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت سے پہلے ہی آپ کے ساتھ فرشتہ رہتا تھا۔ اس کے فرشتہ رہتا تھا۔ اس کے بعد جبر ائیل علیہ السلام و حی لے کر آئے۔ اسی طرح واقعہ معراج، جو ہم سورۃ بنی اسرائیل میں پڑھ چکے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر معمولی واقعہ تھا۔ اس سورۃ میں بنی اسرائیل کو مو کی السلام کے بھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے غیر معمولی واقعہ تھا۔ اس سورۃ میں جفرت ابراہیم علیہ السلام کے بھے کہ بھی السلام کے بھی کہ وہ مر دول کو زندہ کرتے تھے ا، للہ تعالیٰ نے ان کو کیسے سمھایا کہ پرندول کو ذن کے کرواور ان کے مکرے پہاڑول پررکھ دواور تم ان کو بلاؤ کے تو وہ تمہارے پاس دوڑت جبر پرندول کو ذن کے کرواور ان کے مکرے مقال کہ لیں یا پھی بھی یہ واقعات اس لئے ہوتے ہیں کہ نبی جو ہوئے آئیں گے۔ ان واقعات کو خلافِ عقل کہہ لیس یا پھی بھی یہ واقعات اس لئے ہوتے ہیں کہ نبی جو بات پیش کریں، پورے یقین کے ساتھ کریں۔

ہم سب انسان جس دنیا میں رہتے ہیں تو ہماراواسطہ دوقشم کے عالموں (اس عالم سے مراد دنیاہے، سکالر نہیں)کے ساتھ ہے۔

1-ایک ہے عالم المشاہدہ۔

2۔ اور دوسر اہے عالم الغیب۔

آج میں اور آپ یہاں موجود ہیں تو ہم ایک دوسرے کو دیکھ سکتے ہیں۔موسم کیساہے،ان سب کا تعلق
"عالم الشہادہ" سے ہے۔جو چیز ہم آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں،جو واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے
پیش آتے ہیں،اسکو آپ نقدیر بھی کہہ سکتے ہیں لیکن ان کے پیچھے حقیقت کچھ اور ہے۔جو اندر چھی
ہوئی چیز مثلاً جیسے گھڑی کے اندر کی چیزیں ہیں،اس کو "عالم الغیب" کہتے ہیں۔

مثلاً یہ تو ہمیں پتہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیٹادیا ہے لیکن اس کے پیچے اللہ تعالیٰ نے پچھ اور چیزیں چھپائی ہوئی ہیں۔ مثلاً ایک عورت نے بڑی تکلیفیں اٹھائیں، سب تکلیف بر داشت کرنے کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ جب ایک سال کا ہوا تو وہ فوت ہو گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ پہلے ہی بتادے کہ تمہارے گھر بچے پیدا ہو گا، ایک سال بعد فوت ہو جائے گاتو کیا وہ ساری تکلیفیں، در دبر داشت کرنے کے قابل ہو گی؟ نہیں کرے گ، وہ رسک ہی نہیں سے بڑی رحمت اور خیر ہے کہ اس نے آنے والے وہ ت کو ہم سے چھیایا ہوا ہے۔

اور دوسری بات کہ جو پچھ ہمارے ساتھ ہور ہاہے اس کے بیچھے کیا حقیقت تھی، شر میں خیر اور خیر میں شر کیا تھی، بیر میں شر کیا تھی، بیر چھپا کر اللہ تعالیٰ نے ہم پر بہت کرم کیا ہواہے۔

اس میں ہم تین واقعات ایسے دیکھیں گے کہ جو بظاہر لگتاہے کہ نہیں ہونے چاہیے تھے۔لیکن جب الگلے پارے کے آخر میں جائیں گے توسب واقعات کی حکمت سمجھ آجائے گی۔لہذااللہ تعالیٰ کی کام کرنے والی ٹیم،یعنی سٹاف دو طرح کا ہوتاہے۔

1۔ عالم شہادہ کے کام میں نبیوں کے ذریعے گائیڈلائن دی گئی۔ تو نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے عالم شہادہ کے لئے بھیجاہو تاہے۔ اسی لیے کہا کہ لوگوں کے ظاہریہ قیاس کرو۔ اندر کھاتے یہ نہ غور کرو۔ جو ظاہر کام ہیں، وہ ہم انسان کررہے ہیں۔لیکن جو اندر کا کام یعنی چھپاہوا، باطنی طور پر ہے، وہ فرشتے کررہے ہیں۔

یہاں ہم دو کر داروں کی بات کریں گے ایک کانام موسیؓ ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ موسیٰ حضرت موسیؓ نہیں کوئی اور تھے، تواس بارے میں ایک حدیث آپ کے سامنے رکھوں گی، اُسی میں یہ بات واضع ہو جائے گی لیکن یہاں وہ تین سوال نہ بھو لیئے گاجو مکہ والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یو بچھے تھے۔ تو یہاں دوسرے سوال کاجواب ہے۔

1 - پہلا سوال تھا کہ اصحابِ کہف کون تھے؟

2-اب دوسر اسوال بیہ ہے کہ موسیٰ اور خضر کون تھے؟

حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباس کو کہا! نوف بکالی کہتے ہیں کہ وہ موسیٰ خضر سے ملنے گئے تھے وہ بنی اسر ائیل کے موسیٰ نہیں تھے، بلکہ وہ کوئی اور موسیٰ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے۔ میں نے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ ؓ نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت موسیٰ کھڑے ہو کر خطبہ دینے گئے، سامعین میں سے کسی نے پوچھا؛ اس وقت دنیا میں سب سے بڑاعالم کون ہے ؟ موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے کہا" میں " ۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب فرمایا۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ ان پر ناراض ہوئے۔ کیوں کہ ان کو یہ بات اللہ کے حوالے کرنی چاہیے تھی۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو و جی کی کہ دو دریاؤں کے سنگم پر (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) میر اایک بندہ خضر ہے۔ جو تم سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ علیہ سلام نے فرمایا میں اُسے کیسے مل سکتا ہوں۔ تواللہ تعالیٰ خضر ہے۔ جو تم سے زیادہ عالم ہے۔ موسیٰ علیہ سلام نے فرمایا میں اُسے کیسے مل سکتا ہوں۔ تواللہ تعالیٰ

نے فرمایا کہ تم ایک مجھلی اپنی زنبیل میں رکھ لو، جہاں وہ مجھلی گم ہو جائے وہیں وہ بندہ ملے گا۔ (صحیح بخاری)

کہا کہ پکی ہوئی مجھی رکھ او۔ جس جگہ وہ تہہیں ملے گاتو یہ مجھی اپنی جگہ سے نکل کے پانی میں چلی جائے گی۔ یعنی یہ ایک نشانی تھی۔ چنانچہ موسی علیہ السلام نے مجھی اپنی زنبیل میں رکھ لی۔ وہ خو د اور اُنکا خادم یوشع بن نون سفر پر روانہ ہوئے۔ یوشع بن نون حضرت موسی علیہ السلام کے شاگر دیتھے، موسی علیہ السلام نے سفر میں ان کو اپنے ساتھ رکھا اور اسی طرح یہ بعد میں یہ بنی اسر ائیل کے نبی بھی ہے۔ اور انہی کے دور میں چالیس سال کی صحر انور دی کے بعد بیت المقد س فتح ہوا تھا۔ یہاں تک کہ راستے میں وہ ایک چٹان پر پہنچے۔ وہاں وہ اس چٹان پر اپنا سرر کھ کر سوگئے۔ اس وقت وہ مجھی نئیل سے مرح کی طرح راستہ بنا کر چھوڑ گئی۔ اللہ تعالی نے وہ راستہ اُسی طرح چھوڑ دیا اور وہ راستہ دریا میں ایک طاق کی طرح بنا رہا۔ موسی علیہ الصلاۃ والسلام کی زندگی میں دریا کا بہت تعلق ہے۔ پہلے بھی کئی طرح کے راستے دریا میں بنے تھے۔ تو پتہ چلا کہ انسان کو پچھ بنے مرطے لگتے ہیں۔

دراصل جوموسی علیہ السلام کی زندگی میں جو آگے آنے والا تھا، وہ ان کو پہلے دکھایا جارہاہے تا کہ جب قوم کے لیے دریا میں راستہ بنے توموسی علیہ السلام گھبر انہ جائیں۔ توان کے خادم یوشع بن نون جومنظر دیکھ رہے تھے وہ اپنے استاد کو بتانا بھول گئے کہ جہاں مچھلی پانی سے نکلے گی وہیں پہ ہم نے رکنا ہے۔ وہ دکھ رہے تھے۔ موسی علیہ السلام سوچکے تھے، یعنی انہیں وہ اس واقعے کی اطلاع دینا بھول گئے۔ وہ آگے چلنے کے لیے نکلے اور دن کا باقی حصہ اور رات بھر چلتے رہے۔ ایک مقام پر جاکر حضرت موسی ا

علیہ السلام نے اپنے خادم کو کہا کہ کھانالاؤہم تواس سفر سے بہت تھک گئے ہیں۔مفسرین کہتے تھے کہ جب بیہ السلام نے اپنے خادم کو کہا کہ کھانالاؤہم تواس سفر سے بہت تھک گئے ہیں۔مفسرین کہتے تھے کہ جب بیہ اپنے مقام سے آگے نکل گئے تو پھر تھک گئے۔ تھک گئے۔

تو پیرانسان کی فطرت ہے کہ جب وہ مقصد کے ساتھ جڑا ہو تاہے تو تھکتا نہیں۔ توبیہ بڑا اہم نکتہ ہے کہ تھکن بعد میں شروع ہوئی،جب تک مشن یہ چل رہے تھے،علم کا کام تھا،بالکل نہیں تھکے،۔موسیٰ علیہ السلام کواس وفت تھکن شروع ہوئی جب وہ اپنے اُس مقام سے آگے بڑھ گئے جہاں تک جانے کا اللہ نے اُنہیں تھم دیا۔ یوشع بن نون نے حضرت موسی اسلام کو بتایا کہ کل جب ہم نے چٹان کے پاس دم لیا تھاتواس وقت مچھلی عجیب طرح کاراستہ بناتے ہوئے دریامیں چلی گئی تھی اور شیطان نے مجھے ایسا بھلایا کہ اس واقعہ کو آپ سے ذکر کرنایا دہی نہ رہا۔ توبیۃ چلا کہ شیطان انچھی باتیں بھلادیتا ہے۔ ر سول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا کہ مچھلی نے بیہ جو سرنگ حبیباراستہ بنایا تھاوہ ان دونوں کے لئے بڑا تعجب تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہاوہی جگہ تو ہماری منزل مقصود تھی۔ چنانچہ وہ دونوں اپنے نقوش کو دیکھتے دیکھتے اسی مقام پر آ گئے۔ وہاں انہوں نے ایک شخص کو کپڑ ااوڑ ھے دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام نے سلام کہا۔ تواس نے جواب دیا کہ تمہارے ملک میں سلام کہاں سے آیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میں موسیٰ ہوں۔ تو خضرؓ نے کہا کہ بنی اسر ائیل کے موسیٰ۔ کہاہاں! میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکمت کی باتیں سکھائی ہیں، ان میں سے کچھ مجھے بھی سکھادیجئے۔اس سے پیتہ چلا کہ موسیٰ علیہ السلام کے دل میں علم کی طلب کتنی زیادہ تھی۔ خضر علیہ السلام نے کہا کہ موسیٰ اللّٰہ تعالیٰ نے مجھے اپنی علوم میں سے ایک علم سکھایا ہے جسے تم نہیں

جانتے اور ایک علم آپ کو سکھایا ہے جسے میں نہیں جانتا۔ تو خضڑنے کہا کہ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکو گے۔ موسی علیہ السلام کو اللہ تعالی نے جو علم دیاوہ 'عالم شھادا' یعنی شریعت کا علم تھا۔ جس میں قتل حرام ہے اور کسی کی چیز کو نقصان نہیں دے سکتے۔

وہ علم جو حضرت خضر علیہ السلام کو دیا گیا ایک روایت میں آتا ہے کہ وہ فرشتے تھے تو گویا کہ فرشتے ایک چھُپی ہوئی طاقت ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ اگر ہم سوئی کے ناکے میں دھاگا بھی ڈالتے ہیں تو اس کے ناکے میں دھاگا ہی ڈالتے ہیں تو اس کے ناکے میں ایک فرشتہ بیٹے ہوا ہے یعنی دیکھنے میں لگ رہا ہے کہ دھاگہ میں ڈال رہی ہوں لیکن حقیقت میں وہ فرشتہ ڈالتا ہے۔ تو خصر ایسے لگتا ہے کہ فرشتوں کے کاموں پر مامور تھے۔ جن کوبس کام کرنا ہے اور اس کی حکمت معلوم نہیں کرنی۔ تو کہنے لگے تمہارامیر اساتھ نہیں، تمہاری سوچ اور ہے میری اور ہے موسی علیہ السلام نے جواب دیا کہ میں ان شاء اللہ صبر کروں گا۔

1۔ علم کی پہلی شرط صبر ہے۔ یہ آیات میں تفصیل کے ساتھ آئے گا کہ اس راستے میں صبر کرنا آپ کے لئے مشکل ہو گااور موسیٰ علیہ السلام صبر کی بوری کوشش بھی کررہے تھے۔

2۔ دوسری شرط اور کسی معاملے میں میں آپ سے اختلاف نہیں کروں گا۔

ایک مفسر نے ایک کتاب لکھی "علم کے راستے کے آداب" اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ سے سینکٹروں پوائنٹ نکالے ہوئے ہیں۔ آج کا ویسٹ مسلمانوں کے علم کے سفر پہ بہت جیران ہے کہ بیہ کس کی قوم ہے جو علم کے لیے اتناسفر کرتی ہے۔ پچھلے سبق میں حضرت جابر کا واقعہ تھا کہ ایک حدیث کے لیے اتناسفر کیا اور ملک شام گئے اور حدیث بھی وہ لی جو پہلے پتہ تھی، صرف اپنی سند بلند کرنے کے لئے۔ توبیہ صرف علم کا شوق تھا۔ اسکواس طرح سمجھ لیں کہ جیسے لوگ گھنٹوں کا سفر کرکے اچھے کھانے کھانے جاتے ہیں۔

خضر علیہ السلام نے کہاٹھیک ہے اگر میرے ساتھ جلنا ہے تو پھر میرے سے کوئی بات نہ پوچھنا۔ اس سے پتا چلا کہ استاد شرطیں رکھ سکتا ہے۔

دوسری بات کہ بہت سوال نہیں پوچھے، یہاں تک کہ اس کی حقیقت میں خودہی آپ ہے بیان نہ کر دوں۔ یہ معاہدہ طے پانے کے بعد وہ دریا کے کنارے کنارے چل پڑے۔ ان کا گزرا یک کشتی پر ہوا، انہوں نے کشتی والوں نے خضر علیہ اسلام کو پہچان انہوں نے کشتی والوں نے خضر علیہ اسلام کو پہچان کر بغیر کرایہ لیے اس میں سوار کر لیا۔ ابھی کشتی میں سوار ہوئے ہی تھے تو حضر ہے خضر علیہ السلام نے اپنابسولا یعنی کلہاڑی کی اور اس کشتی کا ایک چٹا توڑ دیا اور اسے عیب دار بنادیا۔ اب موسی مہاں چپ رہے، وہ توصاحب شریعت تھے اور ان کی شریعت میں کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہی نہیں تھا۔ اور جب امر بالمعروف نہی عن المنکر کی عادت ہوتی ہے تو بندہ چپ نہیں رہ سکتا، تو کہنے گے کہ ان لوگوں نے تو ہمیں بغیر کرائے کے کشتی میں بٹھالیا اور آپ نے ان کی کشتی کو توڑ دیا تا کہ سب کشتی والے ڈوب جائیں۔ اپنے استاد پر تنقید اور اعتراض کر رہے ہیں۔ حضرے خضر علیہ السلام نے کہا کہ میں نے آپ کو جائیں۔ اپنے استاد پر تنقید اور اعتراض کر دیجے اور میر اکام میر سے پر دشوار نہ بنا ہے۔ موسی شاکہ آپ صبر نہیں کر سکیں گے۔ موسی علیہ السلام نے کہا کہ مجھ سے بھول ہوگئی آپ در گرانہیں تھا کہ آپ صبر نہیں کر سکیں گے۔ موسی علیہ السلام نے کہا کہ مجھ سے بھول ہوگئی آپ در گرانہیں تھا کہ آپ صبر نہیں کر سکیں گے۔ موسی علیہ السلام نے کہا کہ مجھ سے بھول ہوگئی آپ در گرانہیں تھا کہ آپ میں معاف کر دیجئے اور میر اکام میر سے پر دشوار نہ بنا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ پہلا اعتراض تھاجو موسیٰ علیہ السلام نے بھول کر کرلیا۔ موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں اسے میں ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنار سے بیٹھ کر دریا میں سے اپنی چونچ میں پانی لیا جسے و کیھ کر حضرت خضر ؓ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہااللہ کے علم کے مقابلے میں میر اعلم اور آپ کا علم مل کر اتناہی ہے جیسے ،اس چڑیا نے اس دریا میں سے چونچ میں پانی لیا۔ یعنی اللہ کے علم سے ساری و نیا کے علم کا نقابل کریں بس ایسے ہی ہے جیسے ساری و نیا کا علم ملا کر صرف چڑیا کی چونچ۔

پھر وہ دونوں کشتی سے نکل آئے اور ساحل پر چلتے گئے۔ راستے میں حضرت خضرنے ایک لڑکے کو دیکھاجو دوسرے لڑکوں سے مل کر کھیل رہاتھا۔ حضرت خضرنے اس لڑکے کے سر کو پکڑ کر مر وڑا تووہ مرگیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے ایک پاکیزہ جان کو ناحق مار دیا۔ یہ تو آپ نے بہت براکام کیا۔ خضر کہنے لگے کہ میں نے آپ سے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہے کام تو پہلے سے بھی سخت ترتھا، جس طرح آج کی نثر یعت میں قتل حرام ہو موسیٰ علیہ اسلام کی نثر یعت میں بھی حرام تھا تو وہ کیسے بر داشت کر سکتے تھے۔ موسیٰ کہنے گئے کہ اگر آئندہ میں نے آپ پر کوئی اعتراض کیا تو بے شک مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا کیونکہ آپ کی طرف سے مجھ پر اتمام جحت ہو جائے گی۔ موسیٰ علیہ السلام اگر کہتے تو ہو سکتا تھا ان کے استاد ان کو اور بھی موقع دیتے۔ لیکن روایات میں آتا ہے کہ موسیٰ نے بیہ جان کر کہا تھا کہ میں اب اتنی پابندیوں میں نہیں رہ سکتا۔

پھر وہ دونوں چل کھڑے ہوئے اور ایک بستی میں پہنچے۔ بستی والوں سے انھوں نے کھاناطلب کیالیکن انہوں نے ان کو کھانانہ دیا۔ اتفاق سے انہوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرنے ہی والی تھی۔ حضرت خضرنے اس دیوار کو قائم کر دیا۔ حضرت موسی علیہ السلام نے کہاں ان لو گوں نے نہ تو ہمیں کھانا دیا، نہ ہماری ضیافت کی، آپ دیوار قائم کرنے کی مز دوری بھی تولے سکتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ جس سے پھر ہم کھانا خرید لیتے۔ حضرت خضر کہنے لگے کہ اب جدائی کی گھڑی آ پہنچی۔ آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے کیونکہ آپ نے خود کہاتھا کہ اس کے بعد غلطی ہوگئ تو پھر نہیں چلیں گے۔ لیکن اچھے استاد ہونے کے ناملے خضر علیہ اسلام نے کہا، اب میں آپ کوان واقعات کی حقیقت بتا تا ہوں جس پر آپ صبر نہ کر سکے۔

ر سول الله صلی الله علیه وسلم نے فرمایا ہم تو چاہتے تھے کہ موسی ٔ صبر ہی کرتے رہتے تو الله تعالیٰ ان دونوں کے حالات ہم سے اور زیادہ بیان کر تا۔ (بخاری)

اس سے پہتہ چل گیاللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم حاصل کرنے کا کتنازیادہ شوق اور تڑپ تھی واقعہ کی حقیقت یہ تھی۔

حدیث۔ حضرت خضر نے موسی گے کہا کہ کشتی کو عیب دار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ جب بیہ کشتی ظالم بادشاہ کے سامنے آتی تو وہ اسے عیب دار سمجھ کر چھوڑ دے۔ جد ھر بیہ کشتی جارہی تھی تو دو سرے کنارے پر ایک ایسا ظالم بادشاہ تھا تو جو نئی نئی اور اچھی کشتیاں لے لیتا اور جوٹوٹی پھوٹی اور پر انی ہو تیں وہ نہ لیتا۔ تواس نے اس کشتی کو اس لئے توڑا تھا تا کہ ظالم بادشاہ کے سامنے جائے تواسے آپ عیب دار سمجھ کر چھوڑ دے اور کشتی والے اسے واپس آکر درست کر لیس کے اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ تو یہ چھا کہ ظاہر میں نقصان تھالیکن اس میں ایک ہی حکمت تھی۔ بظاہر شر تھالیکن اندر خیر تھی۔

دوسرے واقعے کی تاویل۔

اس لڑکے کے ماں باپ ایماند ارتھے۔ لڑکے کی قسمت میں کفر لکھاتھا، توہم نے اس ڈرسے کہ کہیں اپنے ماں باپ کو کفر اور سرکشی میں نہ پھنسادے۔ یعنی لڑکے کی محبت میں کہیں والدین بھی کفریہ ماکل نہ ہو جائیں۔ ہم نے چاہا اللہ تعالیٰ ان کو ایک اور اچھا اور پاکیزہ لڑکا عطا کرے۔ اس کے ماں باپ اس سے بھی زیادہ اس لڑکے پر مہر بان ہوں (بخاری)

وَإِذْ قَالَ مُوسى لِفَتْلَهُ لِآ أَبُرَ حُ حَتَّى أَبَلْغَ بَحْمَعَ الْبَحْرَيْنِ أَوْ أَمْضِي حُقُبًا ﴿ ٢ ﴾

ذرااِن کووہ قصہ سناؤجوموسیؓ کو پیش آیاتھا)جبکہ موسیؓ نے اپنے خادم سے کہاتھا کہ

" میں اپناسفر ختم نہ کروں گاجب تک کہ دونوں دریاؤں کے سنگم پرنہ پہنچ جاؤں،ورنہ میں ایک زمانہ دراز تک چلتا ہی رہوں گا"۔

لِفَتْلَهُ كَالفظ يَنَّكُ لِرِّ كَ كَيلِئے ہے۔ حضرت موسیٰ عليه السلام كے شاگر دجوان تھے۔ موسیٰ عليه السلام کی کمٹمنٹ تھی کہ جب تک میں دو دریاؤں کے جمع ہونے کی جگہ یہ پہنچ نہ جاوں اَوُ اَمْضِی حُقُبُایا پھر میں چلتا ہی جاؤں گا حُقُبًا ڈیوریش آفٹا کم کو کہتے ہیں۔ سورۃ نبامیں بھی آتا ہے لَیْشِیْنَ فِیْهَا اَحْقَابًا اَحْقاب حقب کی جمع ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ آخرت کا ایک حقب دنیا کے اسی (80) حقب سے زیادہ ہوگا۔ واللہ عالم

سوال پیدا ہو تاہے کہ وہ کہاں جارہے تھے۔اس کے بارے میں بہت ساری مختلف رائے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ وہ بحرہ احمر، ریڈسی پہ جارہے تھے۔ دو چھوٹی لہریں نکلنے والی خلیج سی اور خلیج عقب یعنی جہاں سے دو چھوٹی سی جگہ پانی کی آپس میں ملتی ہوں۔ دریائے نیل کے پاس پانی کی دوشاخیں تھیں تو وہاں ملتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سوڈان کی طرف سے جب مصر جاتے ہیں تو وہاں آتی ہیں۔ چو نکہ موسی علیہ السلام مصر میں رہتے تھے، توبہ واقعہ وہاں ہی سے آیا ہو گا۔ اگر وہ بات لی جائے تو پھر دریاوں کا سنگم شہر خرطوم ، خرطوم سونڈ کو کہتے ہیں۔ جہاں دریائے نیل کی دوشاخیں ملتی ہیں ایک کو بحر ابیض اور دوسرے کو بحر ازرق کہتے ہیں۔

توعلم کی طلب میں کمیں شمنٹ لازم ہے۔ ہر قسم کے حالات میں چاتا ہی جاؤں گا۔اشارہ مل گیالآآئبر مے علم کے لیے آناایک مرحلہ ہوتا ہے اور علم پر قائم رہنا دوسر امرحلہ ہوتا ہے۔ آپ کو تیس پارے پورے ہونے تک بھی اُستادوں سے ، بھی ساتھیوں سے ، بھی میں خمیسٹ سے گلے ہوں گے ، تو آپ لاؔ آئبر مے کو اپناما ٹو بنالیں۔اگر زندگی میں کسی بھی کام کو کرنا چاہتے ہیں تو لکھ لیس کہ میں نہیں ٹلوں گی۔اور شیطان کے مقابلے میں اسی طرح کے جمت بازی اچھی ہوتی ہے۔

دوسری بات اَوْاَمُضِی حُقُبًا دور تک جاوَل گااور آج امت مسلمہ کے لیے دور کاسفر کرنابڑاد شوار ہے۔ دنیا کے علم کے لئے اَوْاَمُضِی حُقُبًا لیکن دین کے علم کے لئے نہیں ہیں۔

فَلَمَّا بَلَغَا بَحُمَّعَ بَيْنِهِ مَا نَسِيَا حُوْقَهُ مَا فَاتَّخَنَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿١٦﴾

پس جبوہ ان کے سنگم پر پہنچے تواپنی مجھلی سے غافل ہو گئے اور وہ نکل کر اس طرح دریامیں چلی گئی جیسے کہ کوئی سرنگ لگی ہو۔ تثنیہ ہیں یعنی جب وہ دونوں پہنچ بکفا، یہ سب کیسے ہوا، بھنی ہوئی مجھلی جو کھانے میں ساتھ تھی، وہ کیسے پانی میں چلی گئی۔ یہ سب کیسے ہوا ہمیں اس پہ بحث نہیں کرنی۔ اللہ نے کیا، ہو گیا۔ یہی بات اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوسیکھارہے تھے کہ بہت ساری باتیں جن کی حقیقت کا ہمیں علم نہیں ہو تاان کو مان لیجئے اور یہ منزل تو آگے زندگی میں بھی آنی ہیں، پھر تو آپ بالکل نہیں مانیں گے کہ کیسے دریا میں راستہ بنے گا اور بنی اسرائیل کیسے گزریں گے۔

فَلَمَّا جَاوَزَاقَالَ لِفَتْلُهُ الْتِنَاغَلَ آءَنَا لَقَدُ لَقِيْنَامِنُ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿٢٢﴾ آگے جاکر موسی نے اپنے خادم سے کہا" لاؤ ہمارانا شتہ، آج کے سفر میں توہم بری طرح تھک گئے ہیں۔

غَدَ آءَنَا صبح کے کھانے کو کہتے ہیں۔ پہلی بات جو پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ سفر کی تھکاوٹ تب شروع ہوئی جب مطلوبہ مقام سے آگے گزر گئے۔ اس مقام تک پہنچنے کے لیے کسی قشم کی تھکن کا احساس نہیں ہوا۔

خادم نے کہا" آپ نے دیکھا! یہ کیا ہوا؟ جب ہم اُس چٹان کے پاس ٹھیرے ہوئے تھے اُس وقت مجھے مجھے مجھے کہاں نہ رہااور شیطان نے مجھے کوالیاغافل کر دیا کہ میں اس کا ذکر (آپ سے کرنا) بھول گیا مجھلی کا خیال نہ رہااور شیطان نے مجھے کوالیاغافل کر دیا کہ میں اس کا ذکر (آپ سے کرنا) بھول گیا مجھلی تو عجیب طریقے سے نکل کر دریامیں چلی گئی "۔

اچھاسٹوڈنٹ وہی ہوتا ہے جواپی غلطی مانتا ہے، جحت نہیں دی، جبکہ بچھلے حصے میں ابلیس نے حجتیں پیش کی تولہذا مان گیا کہ میں بھول گیا تھا اور موسی علیہ السلام نے کوئی اتناری ایکشن نہیں کیا۔ ہمیشہ طالب علم کی آگے سے حجتیں اور دلائل پہ غصہ آتا ہے اور ساتھ ہی کہہ دیاؤ مَا اَنُسْدِیْهُ اِلَّا الشَّیْطُنُ اَنُ اَذُکُرَۃُ شیطان نے مجھے بھلائے رکھا کہ میں آپ سے اس کا ذکر کروں۔ یوشع بن نون کو اس بات کا پہتہ تھا کہ شیطان نیکیوں کے راستے مشکل کر دیتا ہے۔

اور حدیث میں بھی آتاہے کہ شیطان انسان کو بھلادیتاہے۔

اس طرح کی آیات سورۃ آلِ عمران اور سورۃ النساء میں بھی آتی ہیں کہ شیطان تمیں بھلادے، توجب یاد آئے تو وہاں سے اٹھ جاؤ۔ تو اگر چہ بھول شیطان کی وجہ سے ہے لیکن بھول تو ہو گئی۔ تو پھر بھولے بن کر ہی نہ رہ جائیں فَاتَّخَذَ سَبِیۡلَهُ فِی الْبَحْدِ سَرَبًا اس نے دریا میں ایک سرنگ کی طرح راستہ بنالیا اور عجیب طریقے سے دریا میں چلی گئی موسیٰ علیہ السلام ہولے۔

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبَغِ فَامُتَلَّا عَلَى اَثَامِ هِمَا قَصَصًا ﴿٢٢﴾ موسى الله على الله تقى الله تقى ال چنانچه وه دونوں اپنے نقش قدم پر پھر واپس ہوئے۔

یعنی وہی جبًلہ تھی جہاں جاناتھا،اد ھر ملا قات ہونی تھی۔ کوئی غصہ نہیں کیااوریہ جویوشع بن نون

کی ایک پر یکٹیکل تعلیم کا انتظام بھی ہے۔ ہر بات کلاس روم میں بیٹھ کر نہیں سیھی جاتی۔ ہمارے اسلاف استادوں کے ساتھ رہتے تھے، صرف اس لئے کہ اس سے بھی ہمیں سیھنے کامو قع ملے گا۔ حدیث کا خلاصہ ہے کہ کسی بندے کے ساتھ جب تک سفر نہ کرواس کی بات نہ کرو۔

فَوجَدَا عَبُدًا مِّنُ عِبَادِنَا آتَيُنهُ مَحْمَةً مِّنُ عِنُدِنا وَعَلَّمُنهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٢٥﴾

اور وہاں انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی رحمت سے نوازا تھااور اپنی طرف سے ایک خاص علم عطا کیا تھا۔ بعض لوگ اسکو علم لَدُنْ کَتِ بین لفظ لَدُنْ اسی سے پھر خاص علم ہے، جس کو "علم لَدُنْ " کہتے ہیں۔
خاص طور پر جو تصوف میں لوگ زیادہ با تیں کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ لَدُنْ فی علم ہر کسی کو نہیں ماتا۔
مثلاً آپ اس وقت جو پڑھ رہے ہیں، لکھ بھی رہے ہیں، آپ سیکھ لیں گے اور عمل بھی کریں گے۔
لیکن علم لکُنْ خاص قسم کے لوگوں کو ملتا ہے۔ دورہ قر آن میں ہدایت کے دس در جے بتائے
سے ان میں سے ایک کو "ہدایت بیانیا" کہتے ہیں۔ لیخی کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ خو د ہی
سمجھادیتا ہے۔ پچھ لوگ اتناباریک نقطہ نکا لتے ہیں کہ انسان کہتا ہے کہ اس نے جو بات کہی کسی اور نے
نہیں کہی۔ تو یہ مِن لَدُنی سے مرادوہ خاص رحمت ہے جو اللہ علم کے ساتھ انسان کو دے۔ مثل عام علم
حواس خمسہ سے لے لیتے ہیں۔ آئیسیں، کان، دماغ، دل استعمال کرتے ہیں۔ یہ عام علم ہے لیکن علم کی
وہ قسم جو براہ راست کسی انسان کے دل میں اللہ ڈال دے اس کو حاصل کرنے کے لئے بعض دفعہ
مشقت بھی نہیں کرنی پڑتی اور یہ ما نگنے والی چیز ہے۔ عین وقت پر اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی الی بات بھا
دیتا ہے پھر بندہ چیران ہو تا ہے۔

اس چیز کواللہ سے ما تگیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا بھی ہے ہو ہتا کا گئو نِنَا بَعُدَ اِذُهَدَ يُتَعَاوَهَ ب لَتَامِنُ لَكُ نُكُ مَهُمَّةً اِللَّهِ اَنْتَ الْوَهَا بُاس کے لئے تڑپ چاہیے اور طلب چاہیے۔ توجب تک طالب علم کے اندر موسی والی عاجزی اور نرمی نہیں آتی، تب تک وہ علم نہیں سکھ یا تا۔ اکر اہو ابندہ کبھی بھی علم نہیں لے سکتا۔ یہ ایک ڈیول علم ہو تا ہے کہ لینے والا عاجزی رکھے اور دینے والا دینے کی حرص مرکھے۔۔ اور یہ بھی بات ہے کہ اپنے استاد کی بات جلدی سمجھ آجاتی ہے۔ وہی بات ہے کہ جیسے نیچے کو ماں کی بات سمجھ آتی ہے،اسی طرح جو حقیقی سٹوڈنٹ ہوتے ہیں ان کو استاد کی بات سمجھ آنے لگتی ہیں تو یہ ساری چیزیں مِنُ لَکُ نُكِ مِیں آ جاتی ہیں۔

قَالَ لَهُمُوسَى هَلَ ٱتَّبِعُكَ عَلَى آنَ تُعَلِّمَنِ لِمَّاعُلِّمْتَ رُشًا الْإلاكِ

موسیؓ نے اس سے کہا" کیامیں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں تا کہ آپ مجھے بھی اُس دانش کی تعلیم دیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے؟"

جب تک علم لینے والے کے اندر بہ تڑپ نہ ہولفظ ہَلُ اتَّبِعُكَ ، كياميں آپ کے ساتھ رہ سكتا ہوں۔ اس میں لفظ اتباع ہے کہ میں ضرور آپ کی بات مانوں گا۔ آتَبِعُكَ، میں عاجزی بتادی۔وہی طالب علم کچھ لے کے جاتے ہیں جو پیر سوچ کے آتے ہیں کہ ہم سیکھیں گے اور سیکھنے کی نیت سے آتے ہیں۔ یہاں سے ایک اور بات پتا چلتی ہے کہ رتبے کے اعتبار سے موسیٰ کارتبہ بڑا تھا کیو نکہ وہ نبی تھے ، اور موسیٰ علیہ السلام اوّل پیغمبر وں میں سے ہیں۔لیکن آپ سے زیادہ سیکھاہوا شخص بھی آپ کاشا گر دبن سكتا ہے ليكن عاجزى شرط ہے۔ كس لئے أَن تُعَلِّمَن فِيمًا عُلِّمْتَ مُشَدًّا كم آب اس ميں سے مجھے وہ بھلائی سکھائیں جو آپ کو سکھائی گئی ہے۔ یعنی مجھے شریعت کاعلم پتہ ہے، اور ظاہری علم سب کا پیتہ ہے لیکن مجھے وہ چاہیے جو آپ کواللہ نے سکھایا ہے۔ مجھے اللہ نے بتادیا ہے کہ آپ کے پاس حکمت ہے، دانائی ہے اور اگر آپ اجازت دیں تومیں کچھ عرصہ آپ کے ساتھ رہ لوں۔ یہی عمل صحابہ کرام کا بھی تھانبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے لیے۔اور اس سے بیہ بھی بیتہ چلا کہ صرف کلاس میں بیٹھ کر استاد سب کچھ نہیں دے یا تاجب ساتھ سفر میں چلتے ہیں ، تو پھر انسان کچھ سیھتا ہے۔۔

امام مالک یاامام مجاہد کی بات ہے کہ انہوں نے ابن عباس سے 29 بار قر آن پڑھاتھا۔ غالباً امام مالک کا جملہ ہے کہ انہوں نے اپنے استاد سے ایک بار علم لیا اور اس کے بعد دس بار ان کے پاس ادب سکھنے کے لئے گے۔ ایک اور بات کہ طالب علم سے بڑھ کر"طالب ادب" بننا ہے۔ علم اور چیز ہے ادب اور ہے۔ موسی علیہ السلام کی ساری با تیں سکھار ہی ہیں ہی اُلّی گئی کیا میں آپ کے ساتھ کھہر سکتا ہوں۔ ہماری اُمت کا بید مز اج تھا۔ یہ بات لازم ہے کہ علم اور حکمت کے بغیر دانائی کا کوئی فائدہ نہیں۔ بہت سارے لوگوں کو ادھوراعلم زیادہ نقصان دیتا ہے کیونکہ وہ چھری بن کر دوسروں کو کا ٹناچا ہے ہیں اور پھر اپنے ہی ہاتھ کٹ جاتے ہیں۔ استاد کی زبان سے پہلا جملہ جو نکا۔

قَالَ إِنَّا اللَّهِ مَعِي صَابُرًا ﴿ ٢٧ ﴾ الله في حواب ديا" آپ مير ساتھ صبر نہيں كر سكتے۔

علم اور صبر ایک ہی چیز کانام ہے۔

امام بخاری کے کپڑے بِ گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں علم کی تلاش میں یوں نکلا کہ مجھے خون کی طرح کا پیشاب آتا تھا۔ گرمی کی دو پہریں، صحر ا۔ ایک عالم کہتے ہیں کہ علم کی طلب میں میں نے اپناگھر بار پچ دیا۔ امام بخاری کو ایک د فعہ سفر کے دوران در ختوں کے پتے بھی کھانے پڑے تھے۔ ایک اور صاحب علم کی بات ہے کہ جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تھے تو بکریوں کی مینگنیوں کی طرح نکلتے علم کی بات ہے کہ جب وہ قضائے حاجت سے فارغ ہوتے تھے تو بکریوں کی مینگنیوں کی طرح نکلتے تھے، کیونکہ وہ بھی پتے کھاتے تھے۔ یہ آج علم سے دوری کی سز ائیں ہیں کہ إد هر دعوت اُد هر پارٹیاں وغیر ہ۔

وَ كَيْفَ تَصْبِوْ عَلَى مَا لَمُ تُحِطُ بِهِ عُنُرًا ﴿٢٨﴾ اور جس چيز کی آپ کو خبر نه ہو آخر آپ اس پر صبر کر بھی کیسے سکتے ہیں "۔

لعنی میرے ساتھ رہیں گے توبڑے عجیب کام دیکھیں گے۔

قَالَ سَتَجِدُ نِي آنَ شَآءَ اللهُ صَابِرًا وَّلاَ اَعْصِى لَكَ اَمُرًا ﴿ ٢٩﴾ موسَّى نَهُ كَهَا" انشاء الله آپ مجھے صابر یائیں گے اور میں کسی معاملہ میں آپ کی نافر مانی نه کروں گا"۔

یہاں سے آپ اپنے لیے کوڈورڈ لکھ لیں "صَابِرا"۔ ہم نے بھی صَابِر ابنا ہے۔ جوبات آج سمجھ نہیں آرہی، صبر کرلیں، کل سمجھ آجائے گی۔ ظاہری چیزوں سے علم نہیں ملتا۔ ہاں ان چیزوں سے خوبصورتی آتی ہے، لیکن آنے کے بعد دل کی کیا کیفیت ہے اسکاعلم سے بڑا گہر اتعلق ہے۔ یہاں آک بھی اگر بیچھے کے ہی خیال ہیں، بار بار فون چیک کررہے ہیں تو پھر فائدہ نہیں ملے گا۔ توصیر لازم ہے اور تیسری مات

وَّلاَ اَعْصِیْ لَکَ اَمْرًا؛ میں آپ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

آپ کے لیے یہ لفظ اس طرح ہوگا کہ میں میں خبیت کے سارے اصولوں کو مانوں گی۔ لفظوں کی فرانی ، خوبصور تیاں دیکھیں کہ جب صبر کرنے کی بات آئی تو موسیٰ علیہ السلام نے انشاء اللہ کہالیکن نافر مانی ، وعدہ خلافی کرنے کے ساتھ ان شاء اللہ نہیں کہا اور ہم دیکھیں گے کہ بعد میں آپ سے اسی وعدے کی خلاف ورزی ہوئی۔ جس کے ساتھ ان شاء اللہ نہیں کہا تھا۔ یہاں سے یادیجیے وہی حکم جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آیت نمبر 24،23 میں دیا گیا تھا

وَلَا تَقُولُنَّ لِشَائَءٍ لِنِّ فَاعِلُ ذَٰلِكَ غَمَّا اللَّالَ لَيْ شَاءَ اللهُ وَاذُكُو مَّ بَلْكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَى اَنْ يَهُدِينِ وَلَا تَقُولُنَّ لِشَائَءٍ لِنِّ فَاعِلْ ذَٰلِكَ غَمَّ اللهُ عَلَى اللهُ اللهُ عَلَى اللهُ عَلَ

قَالَ فَإِنِ التَّبِعُتَنِيُ فَلا تَسْلَمْ عَنْ شَيْءٍ حَتَّى أُحُدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكُرًا ﴿ ١٠

اس نے کہا"اچھا،اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھیں جب تک کہ میں خود اس کا آپ سے ذکر نہ کروں۔

وفت سے پہلے پچھ نہیں پوچھنا۔ یہ بھی عمل کا ایک نقطہ ہے کہ جب تک میں خو دنہ بتاؤں آپ نے نہیں پوچھنا۔ آپ میر بے ساتھ ساتھ رہیں گے ، جو پچھ کروں گا یا جو پچھ کہوں گا ، آپ خاموش سے اس کامشاہدہ کریں گے۔ سٹوڈنٹ کی شان یہی ہے کہ خاموش رہ کر سیکھیں۔اب موسی پاوں پٹج کر چلے کیوں نہیں گئے کہ اتنے سخت رولز۔ میں نہیں سیکھتا ، کہیں اور سے سیکھ لوں گا۔ موسی ٹے خوشی سے قبول کیا اور جن کو اس چیز کی ویلیو ہوتی ہے ،وہ اتنی مشکل پابندیوں کو بھی دل کی خوشی سے مان لیتے ہیں۔ کتنے خوش قسمت ہیں موسی علیہ سلام کہ ان کو نبی ہونے کے ساتھ ساتھ طالب علم ہونے کا موقع بھی مل گیا۔

فَانُطَلَقًا حَتَّى إِذَا مَ كِبَافِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ آخَرَقُتَهَا لِتُغُرِقَ آهُلَهَا ۚ لَقَدُ جِئْتَ شَيْلًا إِمْرًا ﴿ اللَّهِ الْمُعَالَقُا حَتَّى إِذَا مَ كِبَافِي السَّفِينَةِ خَرَقَهَا قَالَ آخَرَقُتَهَا لِتُغُرِقَ آهُلَهَا ۚ لَقَدُ جِئْتَ شَيْلًا إِمْرًا ﴿ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهُ اللَّ

اب وہ دونوں روانہ ہوئے، یہاں تک کہ جب وہ ایک کشتی میں سوار ہو گئے تواس شخص نے کشتی میں شکاف ڈال دیا تا کہ سب کشتی والوں کوڈ بودیں؟ یہ تو شگاف ڈال دیا تا کہ سب کشتی والوں کوڈ بودیں؟ یہ تو آپ نے ایک سخت حرکت کر ڈالی "۔

اس میں کاف کو لمباکر دیا کیونکہ وہ تثنیہ کا ہے ہ کہنا بھی تثنیہ ہے۔ موسی علیہ السلام نے ان کے سوال نہ کرنے والی شرط تسلیم کرلی۔ اب سفر شروع ہوا، دریا پار کرنے لگے تواستاد کا ایک ایسا عمل دیکھ لیا۔ ہم تو کچھ اور سوچ کے آئے تھے انکا تو وہ عمل ہی نہیں ہے۔ موسی علیہ السلام خصر علیہ السلام کے لیے بارے میں صاحب علم سوچ کر آئے تھے، خو دسے زیادہ علم والا۔ بیٹھے ہی، سفر شروع کرتے ہی پہلی بارے میں صاحب علم سوچ کر آئے تھے، خو دسے زیادہ علم والا۔ بیٹھے ہی، سفر شروع کرتے ہی پہلی چیز جو دیکھی کہ ان کا تو اپنا عمل ٹھیک نہیں۔ کشتی میں بیٹھے ہی ان کو کشتی توڑتے دیکھا تو موسی کہ سکتے تھے، باتیں تو اتن کرتے تھے، عمل تو انکا یہ ہے۔ دل میں برگمانی آسکتی تھی۔ شیطان برگمانی ڈال سکتا تھا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بال حکمت معلوم کرنے کے لئے کہاقال آگئو تُقَتِقاً لِیُعُونِیَ اَھُلَھَا موسی علیہ السلام نے کہا کہ آپ نے اس کو پھاڑ ڈالا ہے تا کہ اس کی سواریوں کو غرق کر دیں قَقَدُ جِمُتَ شَیْبًا تو آپ نے بہت ہی غلط کام کیا۔ لفظ "امر" قرآن میں بہت دفعہ سُنتے ہیں۔ یہاں لفظ "امر" ہے۔ جب الف کی زیر کے ساتھ ہے تو یہ فعل امر ہو جائے گا یعنی ہرکام۔ کے ساتھ آئے تو یہ فعل امر ہو جائے گا یعنی ہرکام۔

قَالَ ٱلدُ ٱقُلُ إِنَّكَ لَنُ تَسْتَطِيْعَ مَعِي صَبْرًا ﴿٢٧﴾

اس نے کہا" میں نے تم سے کہانہ تھا کہ تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے؟ ساری ہاتوں کو سنتے وقت موسیٰ علیہ السلام کا صبر کیا تھا۔

قَالَ لَا تُؤَاخِذُ نِي بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقُنِي مِنَ امْرِي عُسُرًا ﴿ ٢٠﴾

موسیًانے کہا" بھول چوک پر مجھے نہ پکڑیے میرے معاملے میں آپ ذراسخی سے کام نہ لیں "۔

لفظ بِهَا نَسِيْتُ وہ حدیث جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سنائی کہ موسیٰ کا پہلا کہنا بھول تھی اور یہ بھول کی دلیل مل گئی ہے۔وَلا تُنُرهِ قُنِیُ مِنُ اَمُری عُسُرًا اس سے بتا چلا کہ نئے سٹوڈ نٹس پہ سختی نہیں کرنی چاہیے۔ آہستہ آہستہ بوجھ ڈالنا چاہیئے۔لہذا موسیٰ علیہ السلام کہنے گئے کہ میرے اوپر اتنی سختی نہ سجنے۔ تُرهِ هِ قُنِیُ اس کاروٹ ر، ھ، تن کسی پر غلبہ پانا، اردو میں کہتے ہیں چڑھائی کرنے والا انداز، وہ نہ ہو۔

فَانُطَلَقَا حَتَى إِذَالَقِيمَا عُلَمَّا فَقَتَلَهُ قَالَ اَقَتَلَتَ نَفُسًا زُكِيَّةً بِعَيْدِ نَفُسِ لَقَلَ حِنْتَ شَيَّا نُكُرًا ﴿ ٢٧﴾ فَانُطَلَقَا حَتَى إِذَالَقِيمَا عُلَمًا فَقَتَلَهُ قَالَ اَقَتَلَتَ نَفُسًا زُكِيَّةً بِعَيْدِ نَفُسِ لَقَا كَمُ اللهُ عَلَى اللهُ الل

یعنی اس پہ موسیٰ علیہ السلام پریشان ہوگئے۔ اب آپ یہ سمجھیں گے کہ کیاموسیٰ علیہ السلام بڑے بے صبر سے تھے (نعوذُ باللہ)۔ بلکہ خصر علیہ سلام نے خود بھی تو کہہ دیا تھا کہ جو مجھے علم دیا گیا ہے اس میں بڑا فرق ہے۔ ان ساری باتوں میں موسیٰ علیہ السلام کے بولنے سے آپ یہ سمجھیں کہ موسیٰ علیہ السلام برائی کو دیکھ کر چپ نہیں رہ سکتے تھے۔خود سے پوچھیں کہ بُر ائی دیکھ کر چپ رہتے ہیں یا کیا کرتے ہیں۔